بسم اللہ الرحمن الرحیم
عزم و توکل
اَفَحَسِبْتُمْ....
رحمۃ اللہ علیہ
حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری
مکتبہ المجاہد بھیرہ ضلع سرگودھا

عزم و توکل
اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا......
رحمۃ اللہ علیہ
حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری
مکتبہ المجاہد بھیرہ ضلع سرگودھا
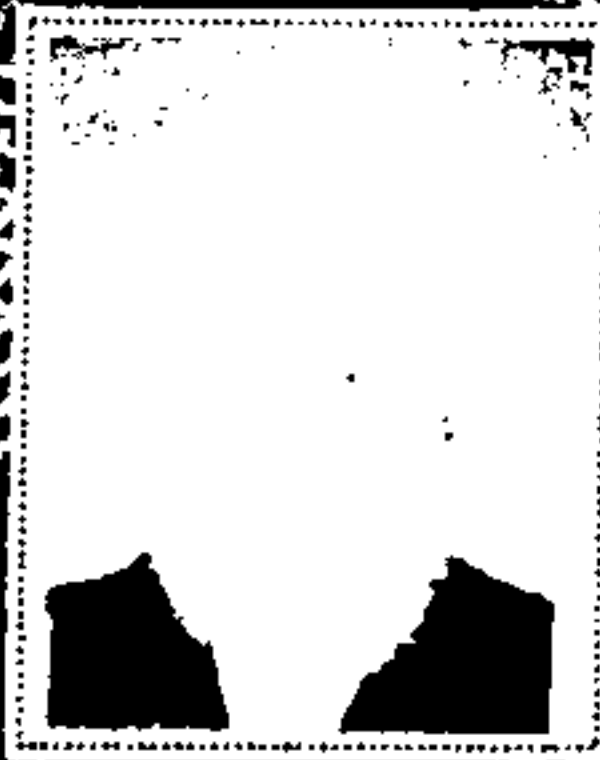
عزم و توکّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ
صدق اللہ العظیم

اسلام سے قبل عربوں کی حالت

برادران اسلام ! آپ جانتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے عرب اس قابل بھی نہ تھے کہ ان کے پڑوس کی دو بڑی حکومتیں، مغرب میں روم کی حکومت اور مشرق میں کسریٰ کی حکومت کہ وہ اِن کو غلام بنانا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔

یہ اتنے بیکار، اتنے نکمے اور اتنے گرے ہوتے تھے کہ کسی کا آقا بننا، یا کسی کا سردار بننا، یا کسی کا حاکم بننا تو بہت دور کی بات ہے، بیرونی حکومتیں اتنا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں کہ ان کو اپنا غلام بنائیں اس لئے اتنی دو عظیم مملکتیں ہوتے ہوئے کسی نے اس خطّے پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اپنا زیرِ نگیں کرنے کی کوشش نہیں کی، کیونکہ وہ اپنے جاہلی نظام اور اپنی طبیعت کے اُجڈ پن کی وجہ سے اس قابل بھی نہ تھے کہ ان شائستہ حکومتوں کے غلام بن سکیں۔ انکی حکایتیں آپ بیسوں مرتبہ سنتے ہیں، سن چکے ہیں، پڑھتے رہے ہیں اور پڑھ چکے ہیں لیکن چند ہی سالوں میں سارا نقشہ ہی بدل گیا۔

وہ کونسی چیز تھی جس نے اِن کو سارے عالم اِنسانی کا امام اور پیشوا بنا دیا ؟ جہاں وہ جاتے تھے ظلم وجہالت کی تاریکیاں چھٹ جاتی تھیں ، علم اور معرفت کے چراغ روشن ہو جاتے تھے ۔

اگر غور کیا جائے تو دو چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہمیں نظر نہیں آتی ۔

قرآن اور صاحبِ قرآن

ایک قرآنِ کریم اور دوسرا صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو ہی چیزیں تھیں ، جو اِن پر ظہور پذیر ہوئی تھیں ۔ اِن کے علاوہ کوئی تیسرا فرد ایسا نہیں تھا کہ جس کا اِن میں اِضافہ ہوا ہو اور اس نے انہیں اس پستی سے اٹھاکر بلندیوں تک پہنچا دیا ہو ۔

قرآن کریم کا معجزہ تھا اور صاحبِ قرآن کی نگاہِ فیض کا اثر تھا جس نے بدوں ، ان جاہلوں کو ، ان اجڈوں کو زمانے کا پیشوا اور رہنما بنا دیا اور اسلام کے خلاف جو انہوں نے کوششیں کیں اور لڑائیاں کیں اور جو انہوں نے جنگیں کیں ، جس طرح کے وسائل اِن کے پاس موجود تھے تمام کے تمام انہوں نے استعمال کیا ۔ لیکن وہ اپنی سکیم میں کامیاب نہ ہو سکے ۔

تو بات سوچنے کی یہ ہے کہ وہی قرآن ، جس نے عرب کے جاہل ، گنوار ، اجڈ ، بدوں کو معرفت کے آسمان کا آفتاب اور مہتاب بنا دیا ۔ کیا وجہ ہے ؟ آج وہی قرآن ہم پڑھتے ہیں ، آج وہی قرآن ہمارے بچے یاد کرتے ہیں ، آج وہی قرآن ہزاروں ، لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے ۔ ہم پڑھتے ہیں ، سنتے ہیں ، لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ اِس میں کوئی فرق نہیں آتا کوئی تبدیلی نہیں آتی ۔

جہاں تک میں نے غور کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم تو پہلے تو قرآن کو ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ صرف آیتیں پڑھ لیتے ہیں اس کا مفہوم کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا منشا کیا ہے؟ اس طرف توجہ نہیں دیتے اور اگر کبھی توجہ دی بھی ہے تو گہرائیوں میں کبھی اترنے کی ہم نے جرأت اور ہمت نہیں کی۔ جن گہرائیوں میں حقائق و معارف کے وہ گوہر ہائے شاہوار موجود ہیں جو صحابہ کرام نے اپنے دل میں بسائے اسی قرآن کریم کی ایک آیت میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اس آیت کا مطالعہ کرنے کے بعد جہاں تک میں اس کی حقیقت سمجھ سکا ہوں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اگر آپ بھی اس پر غور کریں گے تو یقیناً آپ بھی اپنے دل میں تبدیلی اور انقلاب محسوس کریں گے۔

انسان میں بے شمار صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔

اس انسان میں مولائے کریم نے اتنی صلاحیتیں اور استعداد یں رکھ دی ہیں کہ اگر ان کی صحیح طور پر نشو ونما ہو جائے تو فرشتے بھی اس کی گردِ راہ کو بوسہ دیں۔ آپ نے کبھی غور فرمایا ہے کہ بوہڑ کا درخت۔ اس کا بیج کتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ سوئی کے نکے کے برابر اس کا بیج ہوتا ہے۔ اب اس بیج میں اتنا بڑا تنا اور اتنی بے شمار شاخیں اور بے شمار پتے، اور معلوم نہیں کیا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سوئی کے نکے کے برابر بیج میں سمو دیا ہے، یہ اس کی قدرت کہ اس نے اس چھوٹے سے بیج میں جو سرسوں کے بیج سے بھی چھوٹا ہوتا ہے ہیں اتنے بڑے درخت کو جس کا سایہ دو دو "بیگے" زمین کو ڈھانپ لیا کرتا ہے۔ بند کر رکھا ہے

اگر یہ بیج نہ ہوتا تو کیا وہ بڑ کا درخت پیدا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں جب بیج بویا جاتا ہے تو اس سے تنا نکلتا ہے، جڑیں پھوٹتی ہیں، ٹہنے =

ٹہنیاں پھیلتی ہیں اور ٹہنیوں سے پتے نکلتے ہیں۔ اور اس کا پھیلاؤ کئی کئی بیگھے زمین کو اپنے سائے میں لے لیا کرتا ہے،

یہ سب کچھ کس چیز میں سمٹا ہوا کرتا ہے؟ اس چھوٹے سے بیج میں سوئی کے نکتے کے برابر ہوتا ہے تو جس قدرت والے نے اک چھوٹے سے بیج میں اتنے بڑے درخت کو سمو دیا ہے کہ جس کو دیکھ کر ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اتنا بڑا اتنا اتنی بڑی شاخیں اور بے شمار پتے اس چھوٹے سے بیج میں رہے ہوئے ہیں اسی قدرت والے نے اس پیکر خاکی میں بے شمار صلاحیتیں اور استعدادیں ودیعت فرما دی ہیں،

جس بیج کو صحیح زمین مل گئی، صحیح پانی مل گیا، صحیح نگہداشت مل گئی وہ چند سالوں میں پھیل کر اتنا بڑا درخت بن جاتا ہے جسکو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے،

اسی طرح انسان کو بھی اگر صحیح تربیت مل جائے، اسکی تعلیم کا صحیح بندوبست ہو جائے، صحیح طور پر اس کی روحانی و وجدانی کیفیات کی نشو ونما ہو جائے تو فرشتے بھی اس کے سامنے دم بخود ہوتے ہیں۔ اور اگر انسان کی تربیت صحیح نہ ہو تو اس کی صلاحیتیں بروئے کار نہیں لائی جا سکتیں۔ ان صلاحیتوں کو کمزور کرنے والی کیا چیز ہے؟ وہ ہے ارادے کی کمزوری، ارادہ کیا کہ پہلے میں یہ کام کروں گا پھر راستے میں کوئی رکاوٹ اور تکلیف آ گئی۔ تو اس کو چھوڑ دیا پھر دوسرا کام شروع کر دیا۔ پھر وہاں کوئی رکاوٹ آ گئی اس سے دل برداشتہ ہو گیا اس کو بھی ترک کر دیا تو اپنا سارا وقت اپنی ساری قوتیں اس میں برباد کر کے چلا جاتا ہے۔ زندگی بھی ساری ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جھولی میں نتیجے کے طور پر کوئی چیز اسے میسر نہیں آتی،

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہاں کامیاب زندگی بسر کرنے کا

بقیہ بتایا ہے۔ آپ اس آیت مبارکہ میں غور کریں، صحابہ کرام تو اہل زبان
تھے وہ تو زبان کی خوبیوں اور گہرائیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں، حبیب سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاک کلام کو تلاوت
کرتی تھی تو مسلمان ہی نہیں کافروں پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی
ہے اور وہ بھی مجبور ہو کر سجدہ ریز ہو جایا کرتے تھے۔

کلام عربی کی فصاحت و بلاغت اور قرآنی الفاظ میں جو گہرائیاں اور
وسعتیں ہیں صحابہ کرام تو اُن کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے
سنا کرتے تھے، ان کو اپناتے تھے ان کو سمجھتے تھے اور ان پر عمل پیرا
ہو جایا کرتے تھے لیکن ہم تساہل سے گذر جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نے
ایک قرآن شریف ختم کر لیا۔ رمضان شریف میں دس قرآن شریف کے ختم کر
لئے اور یہ کر لیا، وہ کر لیا اور جو قرآن کریم کی معدن اور حقیقت ہے اس تک
پہنچنے کی ہم بہت کم کوشش کیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس انقلاب
سے دو چار نہیں ہوتے جو قرآن کریم کا خاصہ ہے جس نے بھی قرآن کریم کو
سمجھ کر پڑھا ہے وہ ضرور اس انقلاب سے روشناس ہوا ہے

عزم کا صحیح مفہوم

"فاذا عزمت"، تو ہم اس کا ترجمہ یوں کر دیتے ہیں
کہ جب تو ارادہ کرے جب تو نیت کرے

عزم کا یہ معنی نہیں ہے عربی میں "عزم"، کہتے ہیں کہ کسی چیز
کے بارے میں پوری طرح غور کرنا۔ سوچ بچار کرنا، تامل کرنا، تفکر کرنا،
تدبر کرنا اس پر مرتب ہونے والے آثار و نتائج کا پوری طرح جائزہ لینا
اور جائزہ لینے کے بعد پھر کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرنا، یہ ساری
چیزیں ملحوظ رکھنے کے بعد جب کوئی انسان کسی چیز کے کرنے کا ارادہ

ٹاکرتا ہے اسکو عربی میں "عزم"، کہتے ہیں یہ نہیں کہ بس شروع کر دیا ادھر منہ کر لیا اور دکان کھول لی اس کو عزم کہہ دیا گیا۔ کوئی کام شروع کر دیا تو اس کو عزم کہہ دیا گیا،

عزم کہتے ہیں جس چیز کو کرنا چاہتے ہو اس پر پوری طرح غور کرو اس پر پوری طرح تدبر کرو، اس پر مرتب ہونے والے نتائج کا پوری طرح جائزہ لو اور دیکھو کرو وہ نتائج جو محنت تم کر رہے ہو۔ ان کا صلہ ہوں گے یا نہیں اور اگر یہ نتائج مرتب ہوں گے تو کیا تم ان کے متحمل ہو سکتے ہو؟ جب تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد انسان کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے کمرِ ہمت باندھتا ہے اس کو عربی میں "عزم"، کہتے ہیں،

تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "فاذا عزمتَ"،

اے میرے بندے! جو عقل میں نے تجھے عطاء فرمائی ہے، جو دماغ کارِ دشن چراغ میں نے تجھے ارزانی فرمایا ہے اس سے پوری طرح کام لینے کے بعد، اس مسئلہ کے نشیب و فراز کا پوری طرح جائزہ لینے اور اس پر مرتب ہونے والے آثار و نتائج کا پوری طرح تجزیہ کرنے کیبعد جب تم اس کا ارادہ کرو تو اسے عزم کہیں گے۔

"فاذا عزمت"، جب تم عزم کر لو، جب تم پختہ نیت کر لو، جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اس کو "عزم"، کہتے ہیں، جب تک اس کے لئے عزم کی کیفیت پیدا نہیں ہوگی تم اس کو سر انجام نہیں دے سکو گے کون سا کام ایسا ہے جس کے راستے میں رکاوٹیں نہ ہو؟ کون سا راستہ ہے جس میں پھول کی پتیاں ہی بکھری ہوئی ہوں اور کانٹا کوئی نہ ہو؟ کوئی راستہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں کانٹے نہ ہوں، جہاں دشوار گزار پہاڑ نہ ہوں، جہاں ہولناک گرداب نہ آئیں، جہاں طوفان برپا نہ ہوں، جہاں مخالفوں کے پتھروں کی بارش نہیں ہوتی، زندگی ہے ہی آلام کا نام اسکو کہتے ہیں "دارالمحن" ہے، یہ

مصیبتوں کا گھر ہے یہ آلام کا گھر ہے ،

تو جب تک انسان اتنا پختہ اِرادہ نہیں کرتا ، جب تک اپنی سوچ ـ ے ، اپنی خداداد عقل سے کام لے کر اس کے نتائج پر غور نہیں کر لیتا ، جب تک ہر قسم کے انجام سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہیں ہو جاتا اس کے ارادے کو اس وقت تک عزم نہیں کہا جا سکتا ،

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام میں اس کی جگہ واذا اردت واذا ھویت ، واذا ھممت ،، کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے فاذا عزمت ،، جبکہ تو عزم کر لے

عزم کس کو کہتے ہیں ؟ جوش میں آ کر کوئی کام کرنا اسکو عزم نہیں کہتے کِسی کے کہنے پر منزل کی طرف رُخ کر کے چل پڑنا اس کو ،، عزم ،، نہیں کہتے ،، عزم ،، کہتے ہیں سوچ سمجھ کر ، عقل خداداد سے پوری طرح کام لیکر ، اس کے عواقب و نتائج سے پوری طرح آگاہ حاصل کرنے کے بعد کمر ہمت باندھ کر اس کی طرف قدم اٹھانا اسکو ،، عزم ،، کہتے ہیں ،

تو اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں کہ مومن کی زندگی کمزور ارادوں سے عبارت نہیں ہوتی کہ کوئی چلے ، اس کی طرف چلنا ہے اس راستے پر کوئی پہاڑ آ گیا ، کوئی گھاٹی آ گئی ، کوئی دلدل آ گیا ، کوئی کیچڑ آ گیا ، کوئی اور طرح کی تکلیف آ گئی تو اس راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کر لیا ، ادھر راستے میں کوئی تکلیف آئی تو کسی اور طرف چل نکلے سارا وقت اسی طرح گزر گیا ، یہ مومن کی زندگی نہیں ہے ، مومن کی زندگی اِس قسم کے کمزور ارادوں سے مبرا ہوا کرتی ہے مومن جب قدم اٹھاتا ہے تو عزم کر کے قدم اٹھاتا ہے پختہ ارادہ کر کے قدم اٹھاتا ہے وہ کسی تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتا ، بلکہ وہ پوری طرح تیاری کر کے ، پوری طرح اپنا عزم مصمم کرنے کے بعد منزل متعین کرتا ہے ، منزل متعین کرنے کے بعد پھر عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر جب اسکی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی مدد

اس کے شامل حال ہوتی ہے منزل چل کر اس کے قدموں میں حاضر ہوتی ہے تو فرمایا
فاذا عزمت ،، جب تو عزم کرے یعنی جب تو کام کرنے کا پختہ
ارادہ کرے ۔
انسان کتنا ہی پختہ ارادے والا ہو اور کتنی ہی سوچ بچار رکھتا ہو ۔ انسان
ہی دور رس ذہن کا مالک کیوں نہ ہو ۔ اس کے وسائل محدود ، اس کا علم بھی محدود
اس کے اسباب بھی محدود ، اس کی ساری چیزیں محدود ہیں ؟ یہ پیکر خاکی کائنات
کی وسعتوں اور گہرائیوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے ؟
وہ ان سے کیوں عہدہ برآ ہو سکتا ہے ؟ تو اس کے لئے ایک اور طریقہ بنایا کہ
پہلے عزم کرو ، پختہ ارادہ کر لو ، پختہ نیت باندھ لو اور اس کے بعد کیا کرو ؟
،، توکلت علی اللہ ،، اپنے رب پر بھروسہ کر لو ! سمجھو کہ میں
پار اتر جاؤں گا ، اللہ پر بھروسہ کرو کہ وہ میری مدد فرمائے گا جہاں میری طاقتیں جواب
دے جائیں گی ، چراغِ عقل بجھ جائے گا جہاں میرا حوصلہ ہمت ہار دے گا وہاں میرا
رب میری دستگیری فرمائے گا ، جہاں تمام وسائل ساتھ چھوڑ جائیں گے ، جہاں تمام دوست
آنکھیں پھیر لیں گے ، جہاں مصائب و آلام میرے لئے محاصرہ تنگ کر دیں گے ، اس
وقت میرا ایک رب ہے جس کو میں نے اپنا خالق اور اپنا مالک تسلیم کیا ہوا ہے
اس کی نصرت آئے گی اور میری مدد اور دستگیری کرے گی ۔
تو پہلے کیا ہے ،، عزم ،، اس کے بعد کیا ہے ،، توکل ،، عزم کے بعد جب
انسان اپنے رب پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی مدد اپنے بندے کی دستگیری
کرتی ہے ، اپنے بندے کا ہاتھ پکڑتی ہے اور منزل کو اس کے قریب کر دیتی ہے ۔
فرمایا ،، فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ،، جب تم
پختہ ارادہ کر لو ، جب تم عزم صمیم کر لو ،، عزم ،، کا معنی میں نے آپ کو سمجھانے
کی کوشش کی ہے کہ سوچ کے بعد ، تدبر ، غور اور فکر کرنے کیبعد جب تم کسی نتیجے
پہ پہنچ کر کام کے لئے کمر ہمت باندھتے ہو تو اس کو کیا کہتے ہیں ......؟

عربی میں "عزم" کہتے ہیں ، ارادے باندھتا ہوں توڑ دیتا ہوں ۔
؎ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے

اسی دلدل میں ساری عمر برباد کر دینا یہ مومن کا شیوہ نہیں ہوا کرتا وہ پہلے سوچتا ہے اس پر غور و فکر کرتا ہے اس پر مرتب ہونے والے آثار و نتائج اور انجام کو پوری طرح دیکھتا ہے ، دیکھنے کے بعد ان کے حق ہونے کا اور ان کے مفید ہونے کا جب اس کو یقین ہوتا ہے تو پھر وہ کسی تکلیف کو ، کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتا ۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندے عزم تو نے کیا ہے ، پختہ ارادہ تو نے کیا ہے ، تم خواہ کتنے ہی پکے ارادے کر لو ، ان گردش ایام کا ان حادثات زمانہ کا تم تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے ، آؤ تم میری قوتوں پر اعتماد کرو جہاں تمہارے قدم تھک جائیں گے وہاں میری مدد تمہاری دستگیری فرمائے گی اور راستے کی مشکلیں خود بخود آسان ہو جائیں گی ۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۔

فرمایا کہ ہم توکل کرنے والوں سے پیار کرتے ہیں

سبحان اللہ ! ہم ان سے محبت کرتے ہیں وہ ہمارے محبوب ہوا کرتے ہیں تو توکل کا یہ معنی نہیں کہ عزم کیئے بغیر کہیں کہ ہم توکل کرتے ہیں پہلے عزم کرو اس کے بعد توکل کرو جب توکل صحیح ہو جائے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہو جائے گی وہ تمہاری دستگیری بھی کرے گا وہ تمہاری رہنمائی بھی کرے گا وہ تمہارے راستوں کی رکاوٹوں اور مشکلات کو دور فرما دے گا ۔

یہ قرآن کریم کے کلمات تھے عربی شعراء نے بھی اس مضمون کو بیان کیا ہے بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے لیکن
؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

عربی کہاں قرآنِ پاک کا اعجاز اور اس کا اسلوب بیان ..... !
عربی شعراء نے بھی اسکو بیان فرمایا ہے اس میں بھی بڑی قوت ہے اس میں بھی بڑی جامعیت ہے لیکن قرآن کریم کے اسلوب میں اور عرب کے فصیح و بلیغ شاعروں کے بیان میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے ایک شاعر کہتا ہے

" اذا هم القى عزمة بين عينيه
ونكّب عن جميع العواقب جانبا "

کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے تو عزم کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنالیتا ہے نہ اس عزم کے دائیں طرف دیکھتا ہے، نہ بائیں طرف دیکھتا ہے، نہ اوپر دیکھتا ہے نہ نیچے دیکھتا ہے ان پر ہی نظریں جمائے رکھتا ہے۔

ونكّب عن ذكر العواقب جانبا "

جو راستے کی مشکلات ہیں، جو تکلیفیں ہیں، جن امتحانوں سے اسے دوچار ہوتا ہے ان کی پرواہ ہی کرتا وہ اپنی منزل کی محبت میں اس طرح وارفتہ ہوتا ہے کہ ان مشکلوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

بڑا ہی اچھا شعر ہے۔ بڑی ہی اعلیٰ قسم کا شعر ہے لیکن کہاں حسن بیان قرآن اور کہاں ان شاعروں کی فصاحت بلاغت کا معیار ؟ تو اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں " فاذا عزمت فتوكل على الله "، جب پختہ ارادہ کر لو تو تنہا تم خواہ کچھ ہو، رستم زمانہ ہو، خواہ وقت کے ارسطو ہو، اپنے زمانے کے سکندر ہو کچھ بھی تم بنتے رہو جب تک میری طرف سے تمہاری دستگیری نہیں ہوگی تم منزل حاصل نہیں کر سکو گے اسلئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے حقیقت و جامعیت کیساتھ اپنے بندوں کو یہ پیغام سنایا

"فاذا عزمت فتوكل على الله"

خواہ تم طالب علم ہو، خواہ تم تاجر ہو، خواہ تم زمیندار ہو، خواہ

سپاہی ہو خواہ تم فاتح ہو ، خواہ زندگی کے کسی شعبے میں بھی اپنی کوششوں کو صرف کرنے والے ہو تو جب تک ان دو چیزوں کو اپنا زاد راہ نہیں بنلاتے نہ کامیابی نصیب ہوگی اور نہ ہی تمہیں سرخروئی کا تاج پہنایا جائے گا انہی کو کامیابی نصیب ہوتی ہے اور انہی کے سر پر سرخروئی کا تاج سجایا جاتا ہے جن میں ایک عزم کی صفت پائی جاتی ہے اور دوسری اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کی صفت پائی جاتی ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی ، صحابہ کرام کی ساری زندگیاں کامل مسلمانوں کی ساری زندگیاں ان ہی دو باتوں سے عبارت تھیں ، عزم اور توکل جہاں عزم ہے اور توکل ہے وہاں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیکر عزم تھے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر مسلمانوں نے متمکن کیا اور فوراً ہی چند دنوں میں ہی ارتداد کا فتنہ اس زور سے اٹھا کہ ہر قبیلے میں نبی اور رسول پیدا ہونے لگا مرد تو مرد رہے عورتوں نے بھی دعویٰ شروع کر دیا کہ ہم بھی نبیہ ہیں ، ہم پر بھی وحی نازل ہوتی ہے ۔ ہمیں بھی مسند نبوت پر فائز کیا گیا ہے ۔ ایک جھکڑ آ گیا ایک آندھی چل گئی جس کو دیکھو وہ اپنے قبیلے کے لئے نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے ۔ بہت ساری دنیا کو اپنے پیچھے چلائے ہوئے ہیں ۔ تو جب یہ اطلاعیں مدینہ منورہ پہنچیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجلس شاورت طلب کی ، جلیل القدر صحابہ کو مشورے کیلئے بلایا

بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیتے آپ نے مشورہ لیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے ۔ حالات یہ ہیں ، بعض صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ جو منکرین زکوٰۃ نہیں دیتے وہ کلمہ تو پڑھتے ہیں ، نماز تو پڑھتے ہیں

حج تو کرتے ہیں اگر ہم ان سے اس وقت جنگ کریں گے تو حالات بڑے نازک ہیں کیونکہ ہر قبیلے سے ایک نبی پیدا ہو گیا ہے، یہ چند لوگ بھی ہمارے مخالف ہو جائیں گے سارا عرب ہمارے مخالف اٹھ کھڑا ہو گا ہم تو تباہ برباد ہو کر رہ جائیں گے اس لیئے بہتر یہ ہے کہ پہلے ان نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے ساتھ مقابلہ کیا جائے، ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے، ان سے فارغ ہونے کے بعد منکرین زکوٰۃ کیساتھ دو دو ہاتھ کریں گے۔ یہ تو دوسرے صحابہ کرام کی رائے تھی، خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کیا رائے تھی ...... ؟ وہ صدیق جس کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مصلے پر کھڑا کیا تھا

"مروا ابا بکر فلیصل بالناس"

حکم دو ابوبکر کو وہ میرے مصلے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیں

سترہ نمازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پڑھائیں، آپ امام بنے اور سارے مسلمانوں نے آپ کے مقتدی بن کر آپ کے پیچھے نمازیں ادا کیں،

تو جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی امامت کے لئے چنا تھا اس صدیق نے کیا جواب دیا،

آپ نے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہے، ہماری تعداد بہت کم ہے اور اگر ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی تو دشمن ہم پر حملہ بول دے گا اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیگا،

اے میرے دوستو !

کان کھول کر سن لو اگر لوگ وہ رسی کہ جس کے ساتھ اونٹ کے پاؤں باندھے جاتے ہیں، اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک وہ زکوٰۃ کے طور پر ادا کرتے تھے اور اب اگر وہ بھی دینے سے انکار کریں گے تو ابوبکر صدیق

اکیلا بھی ان کے ساتھ جنگ کرے گا ، مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری لاش جنگل کے چیتے اور بھیڑیے باہر گھسیٹ کرلے جائیں اور نوچ کر پارہ پارہ کر دیں اپنے ساتھ تو یہ سلوک میں برداشت کر سکتا ہوں لیکن محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتا ۔

آج حج کا انکار کر دیں گے ، کل نماز کا انکار کر دیں گے تم یہی کہو گے کہ کلمہ تو پڑھتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک عقال دیتا تھا ایک رسی دیتا تھا ، جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا تھا اگر کوئی وہ بھی دینے سے انکار کر دے گا تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے تو پھر ابوبکر اکیلا اس کا مقابلہ کرے گا ، میں تو یہ برداشت کر سکتا ہوں کہ جنگل کے چیتے اور بھیڑیے آئیں اور ابوبکر کی لاش کو گھسیٹے پھریں اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ۔ لیکن ابوبکر جب تک زندہ ہے وہ دین محمدی کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھ سکتا ۔

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ط ان اللہ یحب المتوکلین ،، اسی عزم کا نتیجہ تھا اس توکل کا نتیجہ تھا کہ وہ سارے فتنے جو آپ کے مختصر سے دور میں پیدا ہوئے ختم ہو گئے ۔ آپ صرف دو سال چار مہینے اور چند دن تخت خلافت پر متمکن رہے ۔ اس قلیل سی مدت میں جو آنکھ جھپکتے ہوئے گذر جاتی ہے ۔ اس مرد خدا نے جس کو ،، عزم ،، کا سبق بھی اس کے آقا نے پڑھایا تھا اور ،، توکل ،، کا سبق بھی اس کے مرشد کامل نے اسے یاد کرایا تھا اس مرد کامل نے دو سال چار مہینے اور چند دن کی قلیل مدت میں جتنے فتنے تھے سب مٹا کر رکھ دیئے نہ کوئی جھوٹا نبی باقی رہا ، نہ کوئی زکوٰۃ کا انکار کرنے والا باقی رہا ، جہاں جہاں اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا وہاں سارے کے سارے صدق دل سے نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر رہے تھے اور اس پر عمل کر رہے تھے یہ کس کا نتیجہ تھا ...... ؟

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ۔

جب عزم بھی انسان کرے تو اپنے رب پر توکل بھی کرے، جب عزم بھی ہو اور اپنے رب پر توکل بھی ہو تو کائنات کی ہر چیز اس کے سامنے سر جھکا دیتی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں جو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ نے سنیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سُنیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے سنیں، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سُنیں، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام نے سنیں اور ان کے دل میں نقش ہو گئیں، انہی کی بنیادوں پر وہ کائنات کو فتح کرتے چلے گئے جہاں جہاں تک ان کے قدم پہنچے وہاں وہاں اسلام پہنچا جہاں جہاں یہ نور ہدایت جگمگایا وہاں وہاں توحید کا پرچم لہرایا۔ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی اسلام ہمیں خوابوں میں زندگی بسر کرنے کے لئے لوریاں نہیں دیتا، وہ تو ہمیں جگاتا ہے، وہ تو ہمیں حقائق سے آگاہ کرتا ہے وہ تو ہمیں ان کلیات وجزیات اور قواعد وضوابط سے آگاہ کرتا ہے، جن پر کہ انسان کی کامیابی کا دارومدار اور انحصار ہے۔

تو آپ بھی اپنی زندگی میں ان دو چیزوں کو داخل کیجئے، پہلے خوب غور کیجئے کہ جس منزل کے لئے آپ احرام باندھ رہے ہیں کیا وہ منزل اس قابل ہے کہ جس کے لئے آپ جان جوکھوں میں ڈال سکیں؟ کیا وہ منزل اس قابل ہے کہ آپ ہر چیلنج کو قبول کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں، اگر آپ غور وفکر کے بعد اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ ہاں یہ منزل اس قابل ہے،

سبحان اللہ!

طارق بن زیاد اور توکّل

طارق بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ جب اندلس کے کنارے پہنچے اور کشتیاں جلا دیں، ان کے اپنے شعر میں ایک شعر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں،

" ولسنا نبالی کیف سالت نفوسنا
اذا نحن ادرکنا الذی کان اجدرا "

ہمارا جو مقصد ہے وہ ہمیں مل جائے اس مقصد کو پانے کے لئے اگر خون کے دریا بہہ جائیں تو ہم اس بات کی کوئی پروا نہیں کرتے، مقصد ملنا چاہیئے منزل تک رسائی ہونی چاہیئے۔

وہ چیز جو اس قابل ہے کہ اسے ایک بندۂ مومن حاصل کرے اور اُسے حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو طرح طرح کے جوروجفا کا صدف بنائے اگر ہم اس منزل کو پالیں تو ہمیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کہ کتنے جوان قربان ہوئے کتنی رنگ رنگیلی جوانیاں قربان ہوئیں، کتنے بچے یتیم ہوئے، ہم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں اللہ کے دین کا جھنڈا اونچا رہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کا پرچم لہراتا رہے، اسکے لئے اگر ہمیں اپنے خون کے دریا بھی بہانے پڑھیں تو ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے یہی ہمارے لئے سعادت ہے۔

یہ وہ عزم ثابت تھا، یہی وہ توکل علی اللہ کی صفت تھی جس نے طارق کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کیا اور آٹھ نو سال تک مسلمانوں کا ہلالی پرچم صلیب کی دنیا تک لہراتا رہا اور اسکو اپنی برکتوں سے مالا مال کرتا رہا اللہ تبارک وتعالےٰ ہمیں بھی قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کی اور ان کو اپنے دل میں جگہ دینے کی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ٥

برادران اسلام !

جب تک کسی چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ نہ ہو وہ نہ تو اسے صحیح طور پر استعمال کر سکتا ہے اور نہ صحیح طور پر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ایک نادان اور ناواقف آدمی کے ہاتھ آپ ہیروں کی ایک لڑی دے دیں اس کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں یونہی اس کو ضائع کر دے، یونہی اس کو پھینک دے گا ایک ناواقف آدمی کو آپ کستوری دے دیں اُسے پتہ ہی نہیں اس کا مقصد کیا ہے ؟ اس کا فائدہ کیا ہے ؟ نہ اُسے صحیح طور پر استعمال کر سکتا ہے نہ اس سے فائدہ اٹھا سکے گا، تو ضروری ہے کہ جب تک انسان کسی چیز کی صحیح طور پر قدر و قیمت نہیں پائے گا وہ نہ اس کو صحیح طور پر استعمال کر سکتا ہے نہ ہی اس سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت ہمارے سامنے آئینہ رکھا ہے جس میں اس نے ہمیں اپنے آپ کو پہچاننے کا سبق دیا ہے۔ تم نے صحیح طور پر اپنے آپ کو پہچانا نہیں ہے تم نے صحیح اپنی قدر و منزلت کو جانا نہیں ہے تمہیں نہیں معلوم کہ زندگی کتنی قیمتی ہے، تیرے سانس کتنے انمول ہیں اور جب تک تمہیں اپنی قدر و منزلت کا علم نہ ہو تم کو اپنی زندگی کی عزت و عظمت پتہ نہ ہو، جب تک کہ سانسوں کی جو حقیقت ہے اس سے آگاہ نہ ہو، تم

اپنی زندگی کو صحیح طور پر صرف نہیں کر سکتے۔ اللہ تبارک نے ہمیں جو نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے اس کو پہچاننے کیلئے اس آیت کریمہ کا آئینہ ہمارے سامنے رکھا ہے تاکہ ہم اس میں غور کریں۔ اس کو سمجھیں اور اس کی قدر و قیمت کو پہچانیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا اے میرے بندو! تم نے یہ کیا گمان کر رکھا ہے، تم یہ کیا سوچ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا ہے پیدا کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے تمہیں پیدا کرنے کی کوئی غرض و غائیت نہیں ہے کسی مقصد کی تکمیل کے لئے تمہاری تخلیق نہیں ہوئی یونہی ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے جس طرح بچے ریت کے گھروندے بناتے ہیں ان کے پیش نظر کوئی مقصد نہیں ہوتا، بنانے کے بعد پاؤں کی ٹھوکر سے انہیں توڑ دیتے ہیں، نہ ان کو اپنی محنت کے ضائع ہونے کا ارمان ہوتا ہے، نہ اس گھروندے کے گرنے کا کوئی خوف ہوتا ہے

تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ بنایا ہے۔ بے مقصد تخلیق کیا ہے تمہارے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کوئی غرض وغائیت نہیں جس انسان کو زندگی کی قدر و منزلت کا پتہ نہیں چلتا وہ یونہی اپنی زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو ضائع کرتا رہتا ہے یونہی برباد کرتا ہے اور اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کرتا پہلے بھی بارہا آپ کو یہ بتانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں اور مہربانیاں ان گنت ہیں بے شمار ہیں بڑی بڑی قیمتی ہیں بڑی بڑی گراں بہا ہیں بڑی بڑی بے بہا ہیں لیکن جتنی بھی ہیں سب کا کوئی نہ کوئی بدلہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ اگر کسی انسان کی بڑی قیمتی بھینس ہو دس پندرہ سیر دودھ دیتی ہو خوبصورت

بھی ہو ساری چیزیں ہوں لیکن خدانخواستہ اگر کسی کی ایسی قیمتی بھینس مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اس سے بھی خوبصورت اس سے بھی زیادہ دودھیالی بھینس عطا فرمائے ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟

اگر کسی کی کار کسی حادثہ کا شکار ہو جائے ضائع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس سے خوبصورت اس سے پائیدار۔ اس سے بہتر کار عطا فرما دے۔ یا کوئی اور چیز ہے آپ نے کوئی مکان بنایا ہے وہ جل گیا ہے یا سیلاب آیا ہے وہ گر گیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اگر چاہے تو اس سے زیادہ خوبصورت محل عطا فرما دیتا ہے جتنی بھی چیزیں ہیں اگر انسان کا اکلوتا بیٹا ہے سب رشتوں سے عزیز اور قیمتی رشتہ ہوتا ہے اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو اس سے بھی خوبصورت اس سے بھی سعادت مند اس سے بھی زیادہ نیک بخت بچہ عطا فرما دیتا ہے۔ اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں، یہ اس کی نعمتیں ہیں بڑی قیمتی نعمتیں ہیں۔ بڑی بیش بہا نعمتیں ہیں، لیکن یہ جتنی سے نعمتیں ہیں ان کا معاوضہ ہو سکتا ہے۔ ان کا بدلہ ہو سکتا ہے البتہ ایک ایسی نعمت ہے جس کا کوئی بدلہ نہیں جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے وہ کیا ہے؟ زندگی کا ہر سانس جو ایک مرتبہ آپ لے لیتے ہیں۔ پھر وہ کسی قیمت پر آپ پر لوٹایا نہیں جاتا۔ جو دن آپ نے گزار دیا۔ اگر چاہیں کہ واپس آ جائے کروڑوں روپے بھی خرچ کریں وہ واپس نہیں آسکتا، زندگی کے یہ شب و روز زندگی کی یہ راتیں، یہ ایسی قیمتی نعمتیں ہیں، یہ ایسی بیش بہا متاع گراں ہے کہ جن کا بدلہ اللہ تعالےٰ نے بنایا ہی نہیں ہے، نعم البدل تخلیق ہی نہیں کیا ہے، کہ جو سانس آپ لے لیں وہ لوٹ کر واپس نہیں آئے گا، جو دن تم گزار دو گے وہ دن واپس لوٹ کر نہیں آئے گا، جو رات تم بسر کرو گے تم کتنی ہی کوشش کرو، تم جتنی گراں قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ وہ رات واپس نہیں آئے گی، بڑی قیمتی

نعمتیں ہیں بڑی بیش بہا ہیں، ان کی بڑی قدر و منزلت ہے پروردگار عالم نے
ان کا بدلہ بنا دیا ہے ان کا معاوضہ بنا دیا ہے اگر وہ ضائع ہو جائے اور
اللہ تعالےٰ چاہے تو اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے
تمہیں یہ جو زندگی عطا فرمائی ہے یہ زندگی کے دن اور راتیں جو تمہیں عطا فرمائی
ہیں، یہ اتنی قیمتی ہیں اتنی گراں بہا ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس کا بدلہ بنایا ہی
نہیں جو سانس ایک مرتبہ لے لیا لے لیا، پھر دوبارہ واپس نہیں آئے گا،
جو دن گزار لیا گزار لیا پھر آپ جتنے جتن کریں وہ رات اور دن بدل نہیں
آئیں گے، زندگی ایسی قیمتی چیز ہے کہ اس کا کوئی بدل نہیں ہے، جس کا
کوئی معاوضہ نہیں ہے جو انسان چیز کو بے دردی سے ضائع کرتا ہے صبح
سے لیکر شام تک گزار لیتا ہے، شام سے لیکر صبح تک گزار دیتا ہے اُسے
یہ بہتر ہی نہیں چلتا کہ کیونکر دن گزرا ہے میں نے رات کیسے بسر کی ہے کسی
مقصد کی طرف پیش قدمی نہیں کی ہے تو اُس انسان سے زیادہ کوئی
کم نہیں ہو سکتا ہے اور کوئی ناشناس اور کم شکرا انسان نہیں ہو سکتا
جس نے اللہ تعالےٰ کی اتنی بڑی نعمت کو رائیگاں کر دیا، ضائع کر دیا اس
کی صحیح و قدر و قیمت کو نہیں جانا تو اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے!

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا
تُرْجَعُوْنَ ۝ یونہی اپنا وقت ضائع کرنے والا، یونہی اپنے کاروبار
میں دن اور راتیں بسر کرنے والا یونہی دنیا کے تماشوں میں زندگی کو تماشا
سمجھنے والا اور یونہی اس زندگی کو بیکار کرنے والا اور ضائع کرنے والا
تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں بیکار پیدا کیا گیا ہے، بس پیدا ہوئے، زندگی گزار
دی اور مر گئے یہ بات نہیں ہے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مقصد
کے لئے تم ایسے مسافر نہیں ہو جس کے سامنے منزل نہ ہو، تم ایک خاص
منزل کے راہرو ہو، اگر اس راستے پر چلتے رہو گے تو ایک دن تمہیں یہ

راستہ منزل تک پہنچا دے گا، اور جب دنیا سے تم رخصت ہو جاؤ گے تو تمہیں ارمان نہیں ہوگا اور اگر تم ادھر ادھر دھکے کھاتے رہو گے حشر تو آئے گا جب آئے گا، میزان عدل رکھا جائے گا تو جب رکھا جائے گا، نیک اعمال تولے جائیں گے جب تولے جائیں گے لیکن جب اس دنیا سے چلنے کا وقت آئے گا تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تو زندگی کی بازی ہار کر جا رہا ہے یا یہ بازی جیت کر جا رہا ہے تو ارشاد ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ٥

اے میرے بندے اے انسان کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یونہی پیدا کیا گیا؟ بلکہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ میں نے تجھے ساری مخلوق سے زیادہ خوبصورت پیدا کیا ہے چاند تیرے حسن کے مقابلے میں ماند ہے۔ کلیاں تیرے حسن کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، پھولوں کی مہک تیرے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی، موتی قیمتی ہیں لیکن تیرا ایک بار آنکھ بھر کر دیکھنا اس کی جو قدر و قیمت ہے اس کے مقابلے میں کوہ نور کی بھی کوئی قدر نہیں ہے اور لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ساری مخلوق سے تجھے چن کر تیرے سر پر کرامت کا تاج سجایا ہے تو ایسی چیز ہے جسے احسن تقویم بنایا گیا ہے جس کے سر پر کرامت کا تاج سجایا گیا ہو کیا وہ بے مقصود ہو سکتی ہے کیا وہ بے معنیٰ ہو سکتی ہے فرمایا!

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا تم کیا یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا فرمایا تمہارے پیدا کرنے کا کوئی مدعا نہیں ہے، تم آوارہ گرد مسافر ہو اور کسی منزل کی طرف رواں دواں نہیں ہو نہیں، بلکہ تمہاری ایک متعین منزل ہے تمہارا ایک مخصوص مقام ہے

تمہارا ایک مقصد ہے جس پر زندگی کی تگ و دو کے بعد پہنچنا ہے۔ اگر تم اپنی زندگی کی قدر و قیمت نہیں پہچانو گے تو بازی ہار جاؤ گے منزل سے دور ہو جاؤ گے جو زندگی کا مدعا ہے وہ تمہیں حاصل نہیں ہو گا تو اے میرے بندے دیکھ تو سہی میں نے اپنی ساری کائنات سے تجھے خوبصورت بنایا ہے چاند بھی تیرے حسن کے سامنے ماند ہے سورج بھی تمہارے سامنے ہیچ ہے ستاروں کی بھی تمہارے سامنے کوئی حیثیت نہیں، پھولوں کی مہک بھی تیرے سامنے لا شئے ہے حسن میں اور صلاحیتوں میں تو بے مثال ہے، لا جواب ہے میں نے کرامت کا تاج تیرے سر پر سجایا ہے ویسے تو میں نے بڑی بڑی چیزیں بے شمار پیدا کی ہیں۔ اتنا بڑا اونٹ جو ہے اتنا اونچا اور لمبا تیرے چند سالوں کا بچہ اس کے ناک میں نکیل ڈال کر چلتا ہے۔ دس پندرہ من بوجھ بھی اس پر لدا ہوتا ہے۔ اس اونٹ کی مجال نہیں ہوتی ہے کہ تیرے اس چھ سات سال کے بچے کی نافرمانی کرے میں نے تجھے اتنی عزتیں عطاء فرمائیں، میں نے جو تجھے اتنی شانیں عطاء فرمائی ہیں، وہ گھوڑا جس کی قوت اور تیز رفتاری اور توانائی کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا میں نے اُسے اس لئے بنایا ہے کہ تو اس کی پیٹھ پر سوار ہو، باگ تیرے ہاتھ میں ہو گی تو چاہے گا تو کھڑا ہو جائے گا اور تو اشارہ کرے گا تو چل پڑے گا تو اشارہ کرے گا تو دوڑ پڑے گا اور تو چاہے گا تو آہستہ چلے گا، ہر چیز کو میں نے تیرے تابع فرمان بنا دیا ہے تو جس چیز کو میں نے اتنی عزت دی کیا وہ بے مقصد ہو سکتی ہے۔ وہ چیز بے مقصد نہیں ہو سکتی اور جو اپنے آپ کو اس طرح سمجھتے ہیں انہوں نے اپنے آپکو پہچانا ہی نہیں انہیں اپنی قدر و منزلت کا علم ہی نہیں ان کو اس علم پر آگاہی نہیں کہ مولائے کریم نے ان کو کیا عزت اور کیا سرفرازی عطاء فرمائی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا اے انسانو! غفلت کی چادر تان کر ساری رات اور سارا دن سونے والو، فضول کاموں میں اپنا سارا دن برباد کرنے والو اور تم کیا کر رہے ہو۔ اس طرح تو بچے بھی نہیں کھیلا کرتے ایسی قیمتی چیزوں کیساتھ اس طرح تو بچے بھی نہیں کیا کرتے جس طرح تم اپنی زندگی کے صبح و شام ضائع کر رہے ہو خود سوچو ہم نے تمہیں بے مقصد اور بے غرض پیدا نہیں کیا تمہارے سامنے ایک منزل ہے تمہارے سامنے ایک مقصد ہے اس منزل تک رسائی حاصل کرنے میں ہی تمہاری کامیابی کا راز مضمر ہے تو ارشاد فرمایا۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا جن کے ذہن اور دل کی تختی پر کوئی استاد کوئی مرشد کامل یہ سبق لکھ دے وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کو ایسا استاد فرمائے جو ان کی منزل متعین کر دے کہ اے میرے شاگرد تو ادھر سے ادھر آوارہ گردی کیلئے نہیں آیا تو نے ہر قدم منزل کی طرف اٹھانا ہے۔ تو نے ہر قدم منزل کیطرف اٹھانا ہے تو نے ہر سانس لینا ہے تو اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے لینا ہے تو اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا کیا تم یہ سوچ رہے ہو کہ تمہیں یونہی پیدا کر دیا گیا ہے، کوئی پتھروں کو پوج رہا ہے کوئی آگ کے آگے جھک رہا ہے کوئی ستاروں کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہے۔ کوئی سورج کے سامنے سر جھکا رہا ہے، کوئی کسی کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے! اے انسان یہ ساری کائنات تو تیری تابع فرمان ہے تجھے تو اس لئے بنایا گیا ہے کہ تیرا سر صرف میری جناب میں جھکے،

دو لاکھ کا، دس لاکھ کا گھوڑا ہو۔ وہ بھی جب کھانا کھائے گا، پانی پیئے گا سر نیچے جھکائے گا تب اس کے منہ میں گھونٹ پانی کا جائے گا،

شہباز تب کھانا کھائے گا جب سر نیچے جھکائے گا۔ شیر جو جنگل کا بادشاہ ہے جس کی ایک گرج سے سارا جنگل لرز اٹھتا ہے۔ اپنی صولت والا اور اتنے دیدبے والا شیر جو ہے وہ بھی جب کوئی چیز کھائے گا تو اپنی گردن نیچے جھکائے گا تب اس کے منہ میں لقمہ جائے گا تب وہ اپنا پیٹ بھر سکے گا۔ شہباز ہو، ہما ہو کوئی چیز ہو جب بھی کھانا کھائے گی سر نیچے جھکائے گی تب وہ لقمہ اور اس کی خوراک اس کے منہ میں جائے گی لیکن اے انسان میں تیری اس طرح تخلیق کی ہے کہ ہر چیز اٹھ کر تیرے منہ میں جاتی ہے تجھے سر جھکانے کی ضرورت نہیں کہ تو سر نیچے کرے تب تیرے منہ میں لقمہ آئے۔ سر نیچے کرے تب تیرے منہ میں پانی کا گھونٹ آئے، تیری گردن بلند رہے گی ہر چیز تیرے منہ میں آئے گی جھکنا نہیں پڑے گا۔ اگر تجھے جھکنا ہے تو میری جناب میں جھکنا ہے، جو انسان اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے جو شخص اپنی منزل کا شناسا ہے، وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اُسے کسی قسم کا ارمان نہیں ہوتا۔ اس کو ندا آرہی ہوتی ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ،، آ اے میری محبت میں اے میرے فراق میں اور میرے ہجر میں رو رو کے پروانے کی طرح اور ماہی بے آب کی طرح اپنی راتیں اور دن بسر کرنے والے یہ موت کا پیغام تیرے لئے فنا کا پیغام نہیں ہے ہم تم کو اس رنگین دنیا سے نکال کر اس اندھیرے اور کالے گڑھے میں نہیں ڈالنا چاہتے بلکہ کہتے ہیں۔

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ،،

موت تو ایک پُل ہے ایک طرف تو ہے اور دوسری طرف تیرا محبوب ہے اور جب تک موت کے پُل سے تو نہیں گزرے گا تجھے اپنے محبوب کی ملاقات نصیب نہیں ہوگی۔

تو ہمارے لئے موت فنا کا پیغام نہیں ہے۔ ہمارے لئے موت وصالِ یار کا پیغام ہے۔ تو اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ، اے نفس مطمئنہ جس نے میری یاد کو میرے ذکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ بس اب ہجر کی رات ختم ہونے والی ہے اور فراق کی منزل انجام پذیر ہونے والی ہے تیری بے تابیاں تیری بے چینیاں۔ تیری اشکباریاں تیری دیدہ ریزیاں ان کی مدت ختم ہونے والی ہے اور محبوب حقیقی اپنے جمال جہاں آرا سے پردہ اٹھانے والا ہے اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ لوٹ آ اپنے رب کی طرف اگر آپ اس آیت مبارکہ پر غور فرمائیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا آجا اپنے رب کی طرف بلکہ فرمایا۔ اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ لوٹ آ اپنے رب کی طرف اور لوٹنا کہاں ہوتا ہے جہاں پہلے انسان ہو اور وہاں سے چلا گیا ہو اور پھر واپس اسی جگہ آئے گا۔ تو ہم کہیں گے کہ لوٹ آیا اگر بھیرہ کے رہنے والے ہیں اور کچھ مدت وملازمت کے لئے کاروبار کے لئے یا کسی اور کام کے لئے لاہور یا ملتان چلے گئے ہیں اور کچھ مدت کے بعد جب آپ بھیرہ واپس آتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ لوٹ آیا ہے۔ اصل جگہ اس کی بھیرہ تھی، باہر جانے کے بعد جہاں اس کا اصل ٹھکانہ تھا وہاں لوٹ آیا ہے۔

پہلی مرتبہ اگر لاہور جائیں پہلی مرتبہ اگر آدمی کراچی جائے تو یوں کہا جائے گا کہ فلاں آدمی کراچی آیا فلاں آدمی لاہور آیا لیکن یہ کوئی نہیں کہے گا کہ یہ لوٹ کر کراچی آیا۔ یہ لوٹ کر لاہور گیا تو لوٹ آنا اس کو کہتے ہیں کہ جہاں سے آدمی گیا ہو وہاں پھر واپس آجائے تو اس کو لوٹنا کہتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

" اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ جہاں سے گیا تھا اپنے رب کی جناب سے چند شب و روز گزارنے کے لئے۔ فرقت کے لمحے گزار لینے کیبعد

اب پھر اس رب کے حضور لوٹ آ ۔ کس طرح لوٹ آ ۔ آپ نے تھانیدار کے پاس جانا ہے ۔ ڈی سی سے ملاقات کرنی ہے کسی اور مارشل لار کے دفتر میں عدالت میں جانا ہو تو خواہ انسان بے گناہ ہی ہو پھر بھی دل میں دھڑکا سا لگا رہتا ہے نہ جانے تھانیدار ایسا ویسا ہے میری بے عزتی نہ کر دے کہیں مجھے جیل میں نہ ڈال دے خواہ مخواہ انسان کے دل میں دھڑکا سا لگا رہتا ہے تو جب یہ کیفیت ہوتی ہے کسی اعلیٰ افسر کے پاس جاتے ہوئے تو اللہ تعالےٰ جو احکم الحاکمین ہے اس سے بڑا کوئی بادشاہ ہے ، اس سے بڑا کوئی حاکم ہے اس سے بڑا قوت والا اور زور والا ہے اس کی جناب میں لوٹ کر جانا ہے تو انسان گھبراتے نہیں ۔

مولائے کریم اپنے بندے سے فرماتا ہے آجا میرے پاس گھبرا نہیں پریشان ہو کر نہیں ، ڈرتے ہوئے نہیں بلکہ کس طرح رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اس طرح لوٹ آ میں تجھ سے راضی ، تو مجھ سے راضی راضیۃ مرضیۃ لوٹ آ اے میرے بندے لوٹ آ لڑکھڑاتے ہوئے نہیں ، پریشان ہوتے ہوئے نہیں ، تیرے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں ، تیرا دل تھر تھر کانپ رہا ہو ، نہیں بلکہ اس طرح لوٹ آ کہ مجھ سے تو راضی میں تجھ سے راضی ۔ اللہ کا کلام سبحان اللہ ! فصاحت و بلاغت کے سمندر جو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے ۔ اہل نظر ہی اُسے پہچان سکتے ہیں ۔

ایک بزرگ فوت ہوئے تو حاشیہ نشین گھبرا کر کہنے لگے توبہ کرو ، استغفار کرو ، بڑا سخت دور آرہا ہے ۔ آپ نے فرمایا بھئی میں تو اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں غفور بھی ہے ۔ رحیم بھی ہے میں کوئی تھانیدار کے پاس جا رہا ہوں کہ ڈرتا ہوا جاؤں میں تو اپنے پروردگار کے پاس جا رہا ہوں جو رحیم بھی ہے جو کریم بھی ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔

کہ جب میرے بندے میرے پاس آتے ہیں تو کس طرح آتے ہیں

وہ ڈرتے ہوئے نہیں آتے ، بوکھلائے ہوئے نہیں آتے روتے ہوئے نہیں آتے بلکہ کس طرح آتے ہیں راضیۃ مرضیۃ آجا میرے بندے تومجھ سے راضی ہیں تجھ سے راضی اس سے بڑھ کر اور کوئی انعام ہو سکتا ہے ، بھلا اس سے بڑھ کر کوئی اور کرم نوازی ہو سکتی ہے ؟ لیکن یہ ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو اپنی زندگی کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں ، کہتے ہیں شب قدر سال میں ایک بار ہوتی ہے ، اور پتہ بھی نہیں چلتا غفلت میں گزر جاتی ہے ،

تو کسی نے خوب کہا :

؎ ہر شبِ شبِ قدر است اگر قدر بدانی

اگر تو نے اوقات کی قدر کو پہچان لیا تو ہر رات تیری لیلۃ القدر ہے تیری ہر رات شب قدر ہے ، بندے کا کام تو قدم اٹھانا ہے اور منزل پر پہنچانا نہ ہمارے بس کی بات ہے نہ ہم میں یہ قوت اور طاقت ہے منزل پہ پہنچانا اس کریم کی اپنی ذمہ داری ہے قدم اٹھانا تیرا اور میرا کام ہے اور جو کہے کہ میں راہی ہوں میں مسافر ہوں اور قدم نہ اٹھائے اس کو کبھی منزل پر نہیں پہنچایا جاتا ، قدم اٹھانا تیرا کام ہے اور میرے کو تیرے پاس لے آنا اس ربِ کریم کا کام ہے ،

تو اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ، اے میرے بندو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی پیدا کر دیا ، گپیں شروع کیں تو گپیں ہی ہانکتا رہا ، حقہ ٹھنڈا ہو تو پھر آگ جلائی تازہ تمباکو ڈالا حقہ بھی پیتے رہے اور گپیں بھی ہانکتے رہے اسی حالت میں بارہ بجا دیئے ، ہماری زندگی ایسی بیکار نہیں ہے یہ مہلت جو ہے ایسی بے حقیقت نہیں ہے کہ تو اسے فضول پانی کی طرح زمین پر بکھیرتا جائے بلکہ اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے ایک ایک ساعت ایک

ایک گھڑی جو ہے وہ قابلِ قدر ہے، تو وہ طالب علم جو اپنے وقت کی قدر کرتا ہے اور منزل پر پہنچنے کی سعی کرتا ہے وہ کامیابی کی منزل پر فائز ہوتا ہے وہ عابد جو اپنا ہر ہر سانس اللہ کے ذکر میں قربان کرتا ہے اسکو محبوبیت کا تاج پہنایا جاتا ہے، غفلت کی نیند سونے والے بیکار باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنے والے زندگی کی ان قیمتی گھڑیوں کو ضائع کرنے والے یہاں بھی ناکام ہوتے ہیں اور اللہ معافی دے اگلے جہان میں ان کی حالت قابل رحم ہوگی

تو مولا نے کریم تم سے فرما رہا ہے اے میرے پیارے بندے میں نے باپ آدم علیہ السلام کے سامنے تمام فرشتوں کو حکم دیا تھا فاسجدوا لآدم، کہ آدم علیہ السلام کے سامنے جھک جاؤ! آپ غور فرمائیں اللہ تعالٰی کی مخلوقات میں بے شمار چیزیں ہیں، بڑی بھی ہیں، معمولی بھی ہیں، زمین بھی ہے آسمان بھی لیکن جتنی چیزیں ہیں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے!

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ.. ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں بس کن کہتے ہیں اور وہ چیز ہو جاتی ہے زمین کا یہ فرش جس کا اندازہ بھی نہیں جس کی وسعت کا صرف کن کا فیض ہے یہ آسمان کا سائبان اور ان گنت ستارے یہ عرش اور کرسی اور یہ بلندیاں یہ جنت یہ بہاریں ساری کی ساری کیا ہیں لفظ کن کا کرشمہ ہیں، لیکن اے انسان کیا تجھے کن سے پیدا کیا گیا ہے، نہیں تجھے کن سے پیدا نہیں کیا گیا، عرش کو کن سے پیدا کیا، فرشتوں کو کن سے پیدا کیا ہر چیز کو کن سے پیدا، لیکن اے مشت خاک اے انسان تجھے کن سے پیدا نہیں کیا گیا۔

اللہ تبارک وتعالٰی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے تھے اے شیطان میں نے جو تجھے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر اور بدبخت تجھے کس چیز نے روکا کہ تو نے اس کو سجدہ نہ کیا جس کو میں نے کن سے پیدا نہیں کیا بلکہ قدرت کے ہاتھوں

سے پیدا کیا گیا۔ کائنات کی ہر چیز اور ہے لیکن اے انسان تو اور ہے۔ تو قدرت کے دونوں ہاتھوں کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اور بدبخت شیطان کس چیز نے تجھے منع کیا ہے کہ تو میرے اس بندے کو سجدہ کرے۔ جس بندے کو میں نے کن سے پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ کلام حق ہے۔ ہم لوگ اس کا معنی سمجھتے نہیں۔ معنی کچھ ہوتا ہے۔ ہمارے ذہن میں اس کا مفہوم کچھ ہوتا ہے۔ بشر کس کو کہتے ہیں۔ انسان کو بشر کہنے کی وجہ کیا ہے؟ بشر اس کو کہتے ہیں جس کو ہاتھ لگایا جائے۔ تو چونکہ تیرے ابا جان کو تیرے رب نے اپنی قدرت کے ہاتھ لگا کر پیدا کیا ہے اس لئے بشر کہا ہے۔ جہاں تیرا مقام ہے وہاں نہ جبریلؑ کی رسائی ہے وہاں نہ میکائیل کی رسائی ہے۔ نہ وہاں اسرافیل کی رسائی ہے۔ جب بھی کبھی مقابلہ ہوا سب نے ہار کھائی ہے۔ تجھ سے۔ وہ واقعہ حضرت سلیمانؑ کا جسکو سب جانتے ہیں۔ جب آپ نے اپنے ہم محفلوں سے کہا جبکہ بلقیس آپ کی خدمت حاضر ہونے کے لئے روانہ ہو چکی تھی۔ فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت اٹھا کر میرے سامنے پیش کرے۔

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تو قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ کسی عام جن نے نہیں کہا کسی کمزور جن نے نہیں کہا عفریت بہت توانا اور طاقت ور جوان کا ان کا سردار تھا۔ اس نے کہا کہ اگرچہ آپ شام میں ہیں اور سبا ملک یمن میں ہے اور ہزارہا میل کی مسافت ہے درمیان میں ہزار صحرا ہیں، پہاڑ ہیں، جنگلات ہیں لیکن اگر آپ مجھے ارشاد فرمائیں اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ اس سے پیشتر کہ اپنی محفل برخواست کر کے کھڑے ہوں وہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا غلام ہو سلیمان کا اور اس معمولی سے کام کے لئے

اتنی دیر مجھے ایسے غلام کی خدمت کی ضرورت ہے اور تم میں سے کون ہے ایک غلام اٹھا جو آپ کا امتی تھا اور انسان تھا اس کو اللہ تعالےٰ نے زبور کا علم عطا فرمایا تھا، اس نے عرض کی آپ مجھے حکم دیجیئے، آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے سبا کے ملک سے وہ تخت اٹھا کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں، عفریت جن نے کہا اتنے گھنٹے دیجیئے وہ کام جو مہینوں کی مسافت کا ہے آپ کی محفل برخاست کرنے سے پہلے آپ کے قدموں میں حاضر کر دیتا ہوں آپ کی غیرت سلیمانی برداشت نہ کر سکی کہ معمولی سا کام اتنی دیر میں۔

وہ چیزیں جو ہمارے سامنے پہاڑ اور کوہ ہمالیہ ہوا کرتی ہیں وہ اللہ کے مقبول بندوں کے سامنے ذرے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کبھی آپ ہرن پور کے سٹیشن سے گزرے ہیں تو ایک قبرستان وہاں ہے وہاں قبرستان میں ایک چھوٹا سا روضہ نظر آئے گا، وہاں پیر سیال کا ایک غلام آرام فرما ہے۔ جو حضور غریب نواز خواجہ شمس العارفین کے خلفاء میں سے تھے، ایک دفعہ سیال شریف جا رہے تھے گرمی کا موسم تھا سفر کرتے کرتے تھک گئے، راستے میں ایک لوہار کی دوکان آگئی، آپ نے سوچا یہاں پانی بھی پیوں گا اور تھوڑا سا سستا بھی لوں گا، پھر تازہ دم ہو کر سفر شروع کر دوں گا، آپ اس کی دکان میں داخل ہوئے دیکھا وہاں ایک بڑا سا پلنگ بچھا ہوا ہے، اس پر ایک بزرگ بیٹھا ہوا ہے کسی نے بتایا کہ یہ شاہ صاحب ہیں ہمارے مہمان ہیں ہمارے پیر خانہ ہیں تو آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ سادات کرام جنہیں کسی استاد نے ٹھیک نہ کیا ہو اُن کی نخوت اور اُن کا انداز بھی کچھ اوپرا سا ہوتا ہے، انکو بہت بُرا لگا کہ یہ کون آدمی ہے کہ میرے ساتھ مل کر بیٹھ گیا، اس بزرگ نے کہا تجھے علم نہیں کہ میں سیّد ہوں یوں ہی آ کر میرے پاس بیٹھ گئے ہو۔

آپ نے فرمایا یہ ناچیز بھی سیّد ہے وہ بزرگ کہنے لگا جو آدمی بھی آتا ہے اپنے آپ کو سیّد کہتا ہے، اگر تم سیّد ہو تو یہ جو آتش پڑی ہے

وہ اٹھا کر میرے سامنے لاؤ، پہلے تو آپ پر جھجک سی طاری ہو گئی پھر آپ نے کہا پیر سیال پیر سیال۔ وہ بھاری بھرکم پتھر اُڑ کر وہاں آپ کے قدموں میں آ گئی پھر آپ نے کہا پیر پٹھان وہ آ ترن اُڑ کر اپنی جگہ چل گئی۔

پھر آپ نے سفر جاری کیا اور سوچا کہ میں حضور غریب نواز کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کروں گا۔ جب آپ سیال شریف پہنچے تو حضور پیر سیال خواجہ شمس العارفین نے جاتے ہی ارشاد فرمایا شاہ صاحب اتنی چھوٹی سی بات پر گھبرا گئے! خدا کی قسم اگر تم پہاڑ کو بھی اشارہ کرتے تو وہ بھی اٹھ کر تیرے قدموں میں حاضر ہو جاتا۔

جو باتیں ہمیں مشکل نظر آتی ہیں، اللہ کے بندوں کے سامنے اُن کی کیا حقیقت ہے ان کی کیا اہمیت ہوا کرتی ہے قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ" اس سے پیشتر کہ آپ اپنی محفل برخاست کر کے کھڑے ہوں میں تختِ ابلیس اُٹھا کر آپ کے قدموں میں حاضر کر دوں گا یہ سن کر عزیت سلیمانی برداشت نہ کر سکی ہو سلیمان کا غلام اور اس چھوٹے سے غلام کیلئے اتنا بڑا وقت، کوئی اور ہے جو یہ کام کرے قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ ۝ وہ اٹھا جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ۔۔ اس سے پیشتر کہ آپ اپنی آنکھ بند کر کے کھولیں۔ ہزار ہا میل کی مسافت پر سینکڑوں پہریداروں میں کمروں میں بند کیا ہوا جس پر قفل لگے ہوتے ہیں، تالے لگے ہوئے ہیں۔ وہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں جاؤں گا بھی، آؤں گا بھی، اس مقام سے تخت نکالوں گا بھی اور لا کر تیرے قدموں پر بھی رکھ دوں گا۔ لیکن دیر کتنی لگے گی۔ آنکھیں بند کر کے آنکھیں کھولنے سے کتنی دیر لگتی ہے، ایک سیکنڈ سے کم۔

آپ نے فرمایا یہ میری سلیمانی شان کے لائق ہے، سلیمان کا غلام ایسا

ہونا چاہیئے آپ نے آنکھ بند کی ، آنکھ بند کر کے کھولی دیکھا تو تخت آپ کے قدموں میں موجود تھا ۔ تو میں عرض کر رہا تھا وہ تخت ہزارہا میل کی مسافت سے لیکر آیا تھا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی تھا یا نہیں تھا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی ہو اس میں یہ طاقت ہے کہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں تخت ابلیس اٹھا کر لائے اور قدموں میں لاکر رکھ دے اور جو قرآن کا عالم ہو اور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا غلام ہو اس کی شان کیا ہو گی ؟

نظرت اِلیٰ بلاد اللہ جمیعًا
کخردلۃٍ علیٰ حکم اتّصال

حضرت غوث اعظم جیلانی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالے کی ساری کائنات کی طرف آنکھ بھر کر دیکھا تو مجھے اس طرح نظر آئی جس طرح ہتھیلی پر سرسوں کا دانہ نظر آتا ہے ، یہ اس کے لئے ہوتا ہے جس کے دل کی آنکھ بیدار ہوتی ہے ، تو ہر چیز اس کی تابع فرمان ہوتی ہے

تو میں کہہ رہا تھا ،

افحسبتم انّما خلقناکم عبثًا اے میرے بندو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے ، پیدا ہوتے ہیں ، جوان ہوتے بوڑھے ہوئے مر گئے ، یہ نہیں بلکہ میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے ، میں نے تمہیں اس لئے تخلیق کیا ہے کہ تو اللہ کے حضور حاضر ہو تاکہ اس کی رحمت کا سحاب کرم تم پر سایہ فگن ہو ۔

○

تفسیر ضیاء القرآن 5 جلدیں

سیرت ضیاء النبی 7 جلدیں

سنت خیر الانام

مقالات ضیاء الامت 2 جلدیں

شرح قصیدہ اطیب النغم

رویت ہلال کا شرعی ثبوت

فتنہ انکار حدیث

دلائل توحید

ابر کرم

[illegible] استمداد

علوم نبوت ☆ پیر و مرید کا تعلق

عزم و توکل

تبارک الذی

پیمان سرفروشی

حقیقت شرک اور اسکا بطلان

محسن کائنات

نظام مصطفے

اسلامی فلسفہ عدل و انصاف

دورہ چین کے تاثرات

حضرت امام حسین اور یزید

کمالات مصطفے

بیت اور اس کی

غفلت کا انجام ☆ کلمہ طیبہ

تفسیر ضیاء القرآن 5 جلدیں

سیرت ضیاء النبی ﷺ 7 جلدیں

سنت خیر الانام ﷺ

مقالات ضیاء الامت 2 جلدیں

شرح قصیدہ اطیب النغم

رویت ہلال کا شرعی ثبوت

فتنہ انکار حدیث

دلائل توحید

ابر کرم

حقیقت استمداد

علوم نبوت ☆ پیر و مرید کا تعلق

عزم و توکل

تبارک الذی

پیمان سرفروشی

حقیقت شرک اور اسکا بطلان

محسن کائنات ﷺ

نظام مصطفےٰ ﷺ

اسلامی فلسفہ عدل و انصاف

دورہ چین کے تاثرات

حضرت امام حسین اور یزید

کمالات مصطفےٰ ﷺ

بیعت اور اس کی

غفلت کا انجام ☆ کلمہ طیبہ

عزم و توکل
اَفَحَسِبْتُمْ....
رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری
مکتبہ الجاہد بھیرہ ضلع سرگودھا